مطبوعات

ماذ ماذؐ
از جناب عبدالعزیز خالد
ناشر: ارمغان اکادمی لاہور
معیار: کاغذ و طباعت بہتر
درمیانی جلد ۱۶۰ صفحات
قیمت: دس روپے

اوّل تو عبدالعزیز خالد اب تعارف وتحسین کی حدود سے آگے نکل گئے ہیں۔ مزید یہ کہ ترجمان القرآن میں کتابوں کا اجمالی تعارف ہوتا ہے۔ شاعرانہ کاوشوں پر تفصیلی گفتگو کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے ان کی تازہ تالیف (بلکہ ایک نہیں، دو) پر لکھنے میں تساہل ہوتا رہا۔ یوں بھی کتبِ تبصرہ کا ڈھیر پہلے سے موجود تھا۔

تاہم ہم اجمالی تعارف کراتے ہیں، کتاب کو قارئین خود مطالعہ فرمائیں۔

یہ نعتیہ کلام کا ایک ہی سلسلہ ہے۔ خالد صاحب نے اپنے ذوق کے مطابق حضورؐ کے معروف ناموں کے بجائے قدیم نوشتوں سے جو نام برآمد کر کے اب تک پیش کیے ہیں، اُن میں سے ایک "معاذ معاذؐ" ہے۔ نعتیہ کلام کے اس مجموعے کو خالد صاحب نے کاتب سے لکھوانے کے بجائے "بقلم خود" لکھا ہے۔ اس میں دلچسپی کا ایک سامان اور پیدا ہو گیا۔ خالد صاحب کی زبانِ شاعری قدرے اونچی ہے۔ مثلاً ع "دل مرا مسحور بے قصوت میں زبان۔ ہے خفتا"۔ مگر گذشتہ ادوار میں اُن کے الفاظ زیادہ بھاری ہوا کرتے تھے۔ اب تو بات یہاں تک آگئی ہے کہ ع "مرا محرم، مرا محبوب، مرا راہ نما" پھر بھی اُن کا رنگ عربیت ضرور اُبھر آتا ہے۔ مثلاً ع "سلے واسع الصدر وعظیم المنکبین"! کہیں ناموں کی انجمن۔ مثلاً "بُرعی وصرصری، نبہانی و کی"۔ یا "نہ صرصری ہوں، نہ ابنِ رواحہ و بُرعی"۔ کہیں مشکل قوافی کی لمبی صفیں، مثلاً صفحہ ۱۱۴ کی نعت کے ۶۵ اشعار ہیں۔ اور قوافی ہیں، محمدؐ، برگد، مسند، خوشامد، اُپنشد، فرشِ مُمہّد، موئے مجعّد، طبرزد، غرقد، شبِ اربد، مرقد وغیرہ۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جنّ خالد صاحب کے قبضے میں ہے جو ان کے مطلب کے قوافی یا الفاظ نکال نکال کر اُن کے سامنے رکھتا جاتا ہے۔ یہ تو غنیمت ہے کہ

اس کتاب میں ہندی، سنسکرت، عبرانی، یونانی وغیرہ کے لفظ زیادہ نہیں ہیں۔

اصل کہنے کی بات ایک ہے، وہ یہ کہ مدحتِ حضورؐ کا جو رنگ خالد کے ہاں پایا جاتا ہے۔ اس میں والہیت شامل محسوس ہوتی ہے۔ ورنہ خالی شعر طرازی کیا! غیر مسلم بھی نعتیں لکھتے رہے ہیں اور کمیونسٹ بھی لکھتے ہیں۔ خالد کے نعتیہ کلام میں حضورؐ کی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ایک درد و کیف پایا جاتا ہے۔ یہی وہ درد و کیف یا والہیت ہے جس سے متاثر ہو کر میں اُن کے یہاں کی غزلیہ شاعری کے متضاد رنگ سے پریشان ہو جاتا رہا ہوں۔ میرے فہم سے بالاتر ہے کہ رسولِ رحمتؐ کا کوئی محب ویسے مضامین اور ویسے الفاظ کیسے استعمال کر سکتا ہے۔ جو ہماری اور دنیا بھر کی سیکولر شاعری میں رائج ہیں۔ شاید میری مشکل یہ ہے کہ میرا ذوقِ توحید انسان کی وحدتِ شخصیت کا قائل ہے۔

ماذ ماذ نعتیہ شاعری کا ایک فکر انگیز، ایمان پرور اور معلومات افزا مجموعہ ہے۔

نشاطِ آرزو (مجموعہ اشعار)
شاعر: انجم فاروقی
قیمت: بارہ روپے
معیار متوسط: ضخامت ۱۳۶ صفحات
مؤلف سے (جنڈہ ضلع سیالکوٹ) طلب کریں

فی نفسہ یہ بات خوشی کی ہے کہ جناب انجم فاروقی اقبالؒ کے سرچشمۂ فکر سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں اور وہ شعر میں اسلامی ذوق کا رنگ برقرار رکھتے ہیں۔

حمد، نعت، قومی نظموں اور غزلیہ اشعار کا یہ مجموعہ اس لحاظ سے بہت قابلِ قدر ہے کہ اس پر کسی تخریبی نظریے کا پرتو نہیں پڑا۔

فاروقی صاحب کے بعض اشعار بہت پسند بھی آئے۔ مگر ایک کمزوری جو اکثر اسلامی زاویۂ نگاہ رکھنے والے شاعروں میں درجہ بدرجہ پائی جاتی ہے، یہ ہے کہ فنی اور لسانی استحکام نہیں پایا جاتا۔ فصاحت و بلاغت کے اصول نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ شعریت کی وجد آفریں رُوح کم اثر رہ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے اشعار کم ملتے ہیں جو ازخود یاد ہو جائیں۔ یا ایسی نظمیں جنہیں یاد رکھنے کو جی چاہے۔ اقبال کا کمال یہی تھا کہ انہوں نے پُرزور اسلامی افکار کو پیش کرنے کے لیے شاعری کا جو پیرایہ اختیار کیا۔ وہ فنی و لسانی لحاظ سے مناسب اور اثر انگیزی کے لحاظ سے حد درجہ دل نشیں تھا۔ الفاظ کو استعمال کرنے میں، خیالات کو ترتیب دینے میں اور اپنے پیغام کو شعر کی نازک سطح تک پہنچانے میں انہوں نے

بھرپور طور پر اپنی تخلیقی قوتوں کو استعمال کیا۔ اقبال کی شاعری میں کہیں جمال غالب ملے گا، کہیں جلال، (جو خود بھی ایک پیرایۂ جمال ہے) یعنی اُن کا شعر کبھی نغمۂ جبریل ہو گا، کبھی صورِ اسرافیل۔

اقبال سے اثر لینے والے نوجوان شعراء میں سے اکثر کی توجہ معنی و مقصد کی طرف اتنی زیادہ ہو گئی ہے ــــــ اور ماحول میں اس کے وجوہ موجود ہیں ــــــ کہ وہ فنی، لسانی اور تخلیقی عمل کی جگر کاویوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ شعر کی دُنیا میں فکر باطل سے آویزش جبھی کی جا سکتی ہے کہ پہلے شعریت کے لحاظ سے دوسروں سے زیادہ قبولیت حاصل ہو۔ ورنہ بہترین صداقتیں اگر گھٹیا لباس میں داخلِ محفل ہوں گی تو حاضرین کی توجہ حاصل نہ کر سکیں گی بلکہ بعید نہیں کہ تنقید یا تمسخر کا نشانہ بن جائیں۔

دلی تمنا ہے کہ نہ صرف فاروقی صاحب، بلکہ دوسرے اسلام پسند شعراء بھی ایک بار سعیٔ تازہ کا آغاز کریں۔ ابھی پورے اعتماد سے معرکہ آرائی کا مرحلہ نہیں آیا۔

بہرحال احباب کو چاہیے کہ نشاطِ آرزو کو شاعر کے جذبات کے مطالعہ کے لیے ضرور پڑھیں۔ اور اس کی ہمت افزائی کریں۔

اقبال اور پاکستان

پروفیسر محمد عبدالرشید فاضل

ناشر: ادارۂ تنویرات علم و ادب

۵۰۵ - پیر الٰہی بخش کالونی - کراچی

قیمت مجلد مع گرد پوش ۲۰/- روپے

اس کتاب کے پیش لفظ میں محمد حسین عرشی امرتسری نے ایک دلچسپ قولِ عام نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ "اگر انگریز اقبال کو سمجھتا تو وہ ایک دن بھی قید فرنگ سے آزاد نہ رہ سکتے، اور اگر مسلمان سمجھتا تو وہ ایک دن بھی غیر کا محکوم نہ رہتا۔"

بہرحال مؤلف نے اس کتاب میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے قوم کو محض پاکستان (تہذیب اسلامی کے تحفظ و فروغ کے لیے ایک جداگانہ وطن و ریاست) کا محض تصور ہی نہیں دیا بلکہ اُس کے لیے ایسی اخلاقی اور دینی بنیادیں بھی فراہم کی ہیں جن پہ پاکستان کی عمارت قائم ہو جائے اور باقی بھی رہے، اور اس کے ذریعے وہ مقاصد بھی حاصل ہو جائیں جن کے لیے اس کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

اس نقطۂ نظر کے تحت محمد عبدالرشید صاحب نے اقبال کی دو اہم کتابوں اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کے مطالب کی وضاحت کی ہے۔ مگر اس وضاحت کو ایک امتیازی درجہ اس وجہ سے حاصل ہے کہ بقول عرشی صاحب مؤلف کا " انداز شرح نیا اور انوکھا ہونے کے ساتھ اقبال کی حقیقی ترجمانی بھی کی ہے"۔ نیز " علامہ کے بہت سے اشعار جن کو پڑھ کر قاری لطف اٹھاتا ہے۔ سیّد فاضل کی نگاہِ ژرف بیں نے اُن سے تاریخی اشارے نکالے ہیں جو تاویل و تکلف سے پاک، صداقت کا پہلو لیے ہوئے ہیں"۔

مراد یہ ہے کہ اقبال کے بہت سے اشعار ایسے ہیں جن کو اگر عام سطح سے دیکھا جائے تو کچھ علمی یا اسلامی حقائق سامنے آجاتے ہیں، لیکن اگر عام سطح سے نیچے ذرا گہرائی میں اتر کر نگاہ ڈالی جائے تو اقبال کی بہت سی عام باتیں پاکستان کی مطلوبہ اسلامی ریاست کے متعلق خاص اشارات اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مؤلف نے ان خاص اشارات کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔

توقع ہے کہ پاکستان کے خیر خواہ، خصوصاً سلیم الفطرت طلبہ اس کتاب کو اپنے لیے مفید پائیں گے۔

(بقیہ اشارات) کے لیے عوام کا معلم بنے، یا وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے عاید کردہ فریضۂ دعوت کا علمبردار بن کر کام کرے۔

اس قسم کے لوگ جب دین کا کام کرنے والوں میں گھس کر اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر لیتے ہیں تو وہ بہت سے نیک دل لوگوں کو شکار بنا لیتے ہیں۔ اور فی الحقیقت اقامتِ دین کی مہم کی سُست رفتاری اور دوسروں کی سرگرمی کار میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔ ان کی وجہ سے مایوسی، بد دلی، افسردگی اور ناکارہ پن کو فروغ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ داغدار ضمیروں کے ساتھ خدا کی راہ میں بڑھتے چلے جانا ممکن نہیں۔ داغدار ضمیر رکھنے والے عناصر دعوتِ حق اور غلبۂ حق کی جدوجہد کے لیے غیر محسوس طریق پر دیمک کا کام کرتے ہیں۔

کوئی فرد جو خدا کے دین کا خادم بن کے اُٹھے، جہاں وہ خود اپنے دامن کو مالی اور معاملاتی آلائشوں سے پاک رکھنے کی اُس طرح بے تابانہ فکر کرے، جیسے کسی نیک اور شریف گھرانے کی کنواری لڑکی اپنی عصمت کا تحفظ کرتی ہے ــــ وہاں اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ ایسے افراد کو ہرگز پناہ نہ دے جو ایک طرف دین کے کام میں حصہ دار بنیں اور دوسری طرف لوگوں کی حق ماری اور دل آزاری کرنے والے ہوں۔ فرد کی طرح کوئی ایسا ادارہ یا ایسا گروہ جو اخلاص سے خدا اور رسولؐ کی دعوت پھیلانے کی ذمہ داری اپنے سر لے، اُس کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ بدمعاملہ لوگوں کو بغیر اصلاح و تلافی کے اپنے اندر جگہ نہ دے، اور کوئی ایسا آدمی اندر موجود ہو تو اس سے درخواست کرے کہ آپ تشریف لے جائیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

خادمانِ دین میں اخوت و محبت کا رشتہ مضبوط رکھنے کے لیے ایک ضروری بات یہ ہے کہ کسی لائبریری یا جلسے یا خدمتِ خلق کی کسی مصروفیت میں جو میل جول ہوتا ہے ـ وہ حصولِ مدعا کے لیے کافی نہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات نہایت لازم ہے کہ جتنے لوگ بھی آپس میں ربط رکھ سکتے ہوں وہ ایک دوسرے کی ذاتی زندگی سے بھی دلچسپی لیں۔ اخباری اور قومی حالات پر گفتگو میں، فلسفیانہ بحثیں یا دینی و فقہی نکات پر تبادلۂ خیالات سے ہٹ کر کبھی کبھار کوئی سے دو تین افراد کو نجی سطح پر مل بیٹھنا چاہیے۔ آنے والے کہہ سکیں کہ ہم صرف ایک بھائی کی ملاقات کے لیے آئے

ہیں۔ پھر بات چیت میں اس سے معلوم کریں کہ اس کی معاش کیا ہے؟ مالی مسائل کیا ہیں؟ اس کے کتنے بچے ہیں؟ اس کے چھوٹے بچوں کی تعلیم کیسے ہو رہی ہے؟ اور بڑے بچے کس روزگار میں ہیں؟ ان سب کے دینی شعور کا کیا حال ہے؟ گھر میں کسی بیماری سے سابقہ تو نہیں؟ لڑکوں، لڑکیوں کے مستقبل کیا پیش نظر ہیں؟

یہ ضروری نہیں کہ سارے سوال وجواب ایک وقت میں ہو جائیں اور آدمی دوسرے کا انٹرویو لینے بیٹھ جائے۔ نجی اور گھریلو معاملات کسی قدر حجاب میں رہتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے پردہ بالکل اُلٹ نہ دینا پڑے۔

بہرحقیقت تمام دوستوں کو جاننی چاہیے کہ کسی آدمی کے اندر اُتر کر اس کے دل کی دھڑکنوں میں شامل ہونے والے احوال ومسائل کو جاننا آسان نہیں ہے۔ کوئی شخص دل کا دروازہ اس طرح نہیں کھول دیتا جیسے آپ شیروانی کے بٹن کھولتے ہیں۔ اپنے کسی بھائی کو پوری طرح جاننا، پوری طرح سمجھنا اور پوری طرح اس کی دوستی کا حق ادا کرنا خلوص واعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔ خلوص و اعتماد کارفرما بھی ہو، اور خلوص واعتماد کو مخاطب محسوس بھی کرلے۔ ایک ملاقات میں نہ سہی، چار چھ دس ملاقاتوں میں سہی۔ دین کی سچی خدمت کرنے والے بھائیوں کے اندر چھپے ہوئے اس آدمی کا مطالعہ کیجیے جو دوسرے کئی لوگوں کی طرح مسائل کی دلدل میں لت پت ہے۔ ہو سکے تو کسی مشکل کو جاننے کے بعد احسان دھرے بغیر اسے اپنی ٹھوس عملی تائید سے بہرہ مند کیجیے۔ یہ ممکن نہ ہو تو کسی دوسرے دوست کو مدد کے لیے اُٹھایئے۔ یہ بھی نہیں تو کم از کم اچھے الفاظ سے اُسے سہارا دیجیے، مگر بناوٹی الفاظ سے نہیں، حقیقی دردمندانہ الفاظ سے۔

مثلاً بیمار کی بیمارپرسی کے حکم کا مدعا اتنے سے پورا نہیں ہو جاتا کہ آپ گئے اور ہاتھ پیشانی پر رکھا اور مسنون طریق سے کہا کہ "الطہور ان شاء اللہ" بلکہ آپ کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جانیں کہ علاج کافی اور معیاری ہو رہا ہے یا نہیں؟ علاج کے مصارف کا انتظام ہے یا نہیں؟ تیمارداری کے لیے گھر کے افراد کافی ہیں یا نہیں؟ مریض ہسپتال میں ہے تو وہاں کی بھاری آزمائشیں کیا کیا ہیں۔ اور کس پیچیدگی کو کیسے دُور کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جنازوں کی مشایعت اور غم زدگان کے سامنے تعزیت کے لیے چند کلمات افسوس کہہ کر دُعا کر دینا ہی سب کچھ نہیں ہے یہ بھی تو معلوم کیجیے

کہ مرحوم کے سر کیا بوجھ باقی رہ گئے اور مرحوم کے پسماندگان کو کیا مشکلات در پیش ہیں پھر کسی کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے، کسی کی ملازمت چھوٹ جاتی ہے، کسی کے ہاں چوری ہو جاتی ہے۔ کوئی غنڈوں کی مار دھاڑ کا نشانہ بنتا ہے۔ کسی کو پولیس کے ہاتھوں پریشانی پیش آتی ہے۔ کوئی دفتری دنیا میں دھکے کھا رہا ہے، کوئی کچہریوں کی انسانیت کش فضاؤں میں انصاف ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ غرضیکہ انسانی زندگی کے ہزار چکر ہیں۔ ان چکروں میں پڑنے والے کسی بھائی کو یہ محسوس نہ ہونے دیجیے کہ وہ تنہا ہے اور اس کو تھامنے اور سہارا دینے کے لیے خدا کے سوا اس محسوس دنیا کا کوئی فرد نہیں ہے۔

اپنے دل میں حالات کا جائزہ لے کر خود ہی فیصلہ کیجیے کہ آپ پر اس سلسلے میں جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں ان کو آپ اپنی بساط کے مطابق کسی چھوٹے یا بڑے دائرے میں نبھا تے آ رہے ہیں؟

اگر نہیں تو، دین کے محاذ کو کمزور کرنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔ اگر اس سبب کو آپ بھی تسلیم کرلیں تو پھر اسے ختم کرنے کے لیے اور زیادہ بہتر رویے سے محبت و اخوت کے رشتوں کو مضبوط کرنے کے لیے کام کیجیے۔

امید ہے کہ متذکرہ گذارشات میں احوال کا جو تجزیہ دیانت داری سے میں نے کیا ہے، اس میں سے کچھ نہ کچھ جوہر حقیقت ایسا مل جائے گا کہ آپ اپنی برادری کو محبت و اخوت کی دولت سے مالا مال کر کے دعوت کے کام کو مضبوط بنا سکیں۔

کچھ باتیں اور!۔۔۔ ان شاء اللہ آیندہ!